مسائل تراویح

لفضیلۃ الشیخ ابی محمد امین اللہ البشاوری حفظہ اللہ ورعاہ

الحمد للہ وحدہ والصلاۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ اما بعد!

قیام شہر رمضان سے مراد رمضان کی راتوں میں کھڑا ہونا ہے اور ان راتوں کو عبادات اور تلاوت قرآن کے ساتھ گزارنا ہے۔ اور قیام رمضان تہجد کو بھی شامل ہوتا ہے۔ وھو الحق

امام نووی رحمہ اللہ اور **کرمانی** رحمہ اللہ فرماتے ہیں: علماء کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ قیام رمضان سے مراد تراویح ہیں، تراویح جمع ہے "**ترویحۃ**" کی، راحت سے ماخوذ ہے، ایک بار راحت لینے کو کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ "**تسلیمۃ**" سلام سے ہے۔ اور تراویح رمضان کی راتوں میں باجماعت نماز پڑھنے کو کہا جاتا ہے، اس کو تراویح اس لیے کہا جاتا ہے کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ابتداء میں تراویح کیلئے جمع ہوئے تھے تو وہ ہر دو سلام کے بعد آرام کرکے راحت حاصل کرتے۔ (فتح الباری، صلاۃ التراویح) پھر تراویح کو صلاۃ اللیل بھی کہتے ہیں، صاحب فیض الباری کہتے ہیں: تراویح، تہجد اور صلاۃ اللیل ایک ہی چیز ہے۔ (المرعاۃ : 311/4)

پھر تراویح میں دو مسائل ہیں۔ 1: **المسئلۃ الاولی**: تراویح گھر میں افضل ہیں یا مسجد میں؟ 1: پہلا قول یہ ہے کہ گھر میں پڑھنا افضل ہے اور یہ قول امام مالک، ابویوسف اور بعض شوافع کا ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "**فان افضل صلاۃ المرء فی بیتہ الا المکتوبۃ**" فرض کے علاوہ آدمی کا گھر میں نماز پڑھنا افضل ہے۔ اور آگے حدیث میں ہے کہ "**فصلوا فی بیوتکم**" "اپنے گھر میں یہ نمازیں پڑھو"۔

2: **قول ثانی**: مسجد میں جماعت کے ساتھ افضل ہے، اور یہ قول شوافع، حنفیہ اور بعض مالکیہ کا ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ تراویح ظاہر اشعائر اسلام سے ہیں تو مسجد میں پڑھنا افضل ہے۔ 2: رسول اللہ ﷺ نے مسجد میں جماعت کے ساتھ پڑھی ہے، اور پھر نہ پڑھنے کی علت یہ بیان فرمائی کہ میں باہر اس لیے نہیں نکلا کہ کہیں تم پر فرض نہ ہو جائے، تو اگر یہ بڑی علت نہ ہوتی تو رسول اللہ ﷺ ہمیشہ پڑھتے۔

3: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی دور خلافت میں لوگوں کو سیدنا ابی بن کعب اور تمیم داری رضی اللہ عنہما پر جمع کیا تو اس وقت سے لیکر اب تک مسلمانوں کا یہی عمل مستمرہ جاری ہے اور یہ صحیح حدیث ہے۔ اور عدد تراویح کے متعلق اختلاف آگے آئے گا۔ (شرح مسلم باب الترغیب فی قیام رمضان)

3: **قول ثالث**: اس میں تحقیقی قول یہ ہے کہ اپنی خشوع کو دیکھنا چاہئے اگر کسی انسان کو توجہ گھر میں نماز پڑھتے وقت کامل ہو تو گھر میں افضل ہے اور اگر وہاں سستی سے کام لیتا ہو تو مسجد میں افضل ہے۔

نصیحت: لیکن یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ تراویح نفلی عبادت ہے اور جب انسان عبادت زیادہ کرتا ہے تو اس کے دل میں نرمی پیدا ہوتی ہے لیکن ہم مسلمانوں پر افسوس ہے کہ جب تراویح کا مہینہ آتا ہے تو وہ اس میں اختلاف شروع کردیتے ہیں کہ بیس ہیں یا آٹھ؟ بعض متعصب لوگ تو کہتے ہیں کہ اگر کسی نے آٹھ رکعت ثابت کیے تو اس کو جہاز انعام میں دیں گے، ایسے بکواسات کرتے رہتے ہیں۔

عبادت میں جو حلاوت تھی وہ لوگوں سے رہ گئی، لہٰذا یہ جھگڑوں کے مسائل نہیں ہیں بلکہ اگر کسی نے آٹھ پڑھ لیے یا بیس پڑھ لیے، مسجد میں پڑھے یا گھر میں سب کیلئے دلائل موجود ہیں۔

تعداد رکعات تراویح

المسئلۃ الثانیۃ: تراویح کتنی رکعات ہیں؟ اس میں اختلاف ہے سلفا و خلفا۔

1: امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: گیارہ رکعات ہیں۔

2: احمد، شافعی اور ابوحنیفہ رحمہم اللہ کہتے ہیں: بیس رکعات ہیں۔

دلائل: ان کے پاس قوی دلائل نہیں ہیں سوائے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عمل کے کہ انھوں نے لوگوں کو بیس رکعات پر جمع کیا ہے جیسا کہ حدیث یزید بن خصیفہ عن السائب بن یزید میں ہے: "**قال: کانوا یقومون علی عھد عمر** رضی اللہ عنہ **فی شھر رمضان بعشرین رکعۃ قال: وکانوا یقرؤن بالمئین وکانوا یتؤکون علی عصیھم فی عھد عثمان من شدۃ القیام**" (البیھقی فی السنن الکبری 496/2 ورجالہ ثقات)

لیکن دوسری طرف عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے اسی سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کی روایت میں محمد بن یوسف کے طریق سے گیارہ رکعات ثابت ہیں، جیسا کہ آپ فصل ثالث میں دیکھ سکتے ہیں۔

تو شیخ البانی رحمہ اللہ "**صلاۃ التراویح**" میں فرماتے ہیں کہ یزید بن خصیفہ عن السائب (بیس رکعات والی) روایت شاذ ہے اور محمد بن یوسف عن السائب کی روایت محفوظ ہے اور پھر محمد بن یوسف کی روایت کو تین وجوہ سے ترجیح دی ہے۔

1: ایک وجہ یہ ہے کہ محمد بن یوسف ثقہ اور ثبت ہیں اور یزید بن خصیفہ صرف ثقہ ہے، بلکہ ایک روایت کے مطابق امام احمد رحمہ اللہ نے ان کو منکر الحدیث کہا ہے۔ اور امام ذہبی رحمہ اللہ ان کو میزان میں لائے ہیں اور وہ میزان میں ان راویوں کو لاتے ہیں جن میں کلام کیا گیا ہو لہٰذا ثقہ اور حجت راوی کی روایت ثقہ راوی پر مقدم ہوگی۔

2: یزید بن خصیفہ اپنی روایت میں عدد رکعات میں مضطرب ہے، اسماعیل بن امیہ ان سے نقل کرتے ہیں: "**فقال یزید بن خصیفہ: حسبت ان السائب بن یزید قال: احدی وعشرین رکعة رواہ عبدالرزاق**" تو یہ روایت مخالف ہوئی روایت عشرین سے اور لفظ "**حسبت**" عدد رکعات کے متعلق ان کے اضطراب پر لفظ دلالت کرتا ہے۔

3: تیسری بات یہ ہے کہ محمد بن یوسف سیدنا سائب رضی اللہ عنہ کے بھانجے ہیں تو ان سے قرابت میں نزدیک ہیں تو وہ سائب بن یزید کی روایت کے متعلق اعرف ہیں۔

لیکن: اصح یہ ہے کہ گیارہ اور بیس کے درمیان کوئی منافات نہیں ہے کیونکہ جائز ہے کہ پہلے گیارہ رکعت پڑھی ہوں اور پھر اس میں زیادت کی ہو۔ جیسا کہ یہ بات امام بیہقی رحمہ اللہ نے بیان فرمائی ہے کیونکہ گیارہ رکعات سے زیادت جائز ہے جیسا کہ آگے آئے گا اور دوسری وجہ تو بالکل صحیح نہیں ہے کیونکہ مصطلح الحدیث میں یہ قاعدہ کہیں بھی نہیں لکھا کہ قرابت اور نسب کی وجہ سے راوی کی توثیق ہوئی ہو بلکہ کبھی کوئی اجنبی قریبی رشتہ دار سے زیادہ احفظ اور اوثق ہوتا ہے، اور یزید بن خصیفہ سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کے بھتیجے ہیں تو پھر وہ بھی قریب ہیں۔

لیکن: راجح یہ ہے کہ وجہ ترجیح یوں بیان کی جائے کہ محمد بن یوسف کے متابعین زیادہ ہیں جیسا کہ یحیٰ بن سعید القطان نے بھی گیارہ نقل کیے ہیں **اخرجہ ابن ابی شیبة 391/2**، 2: اسماعیل بن امیہ، 3: اسامہ بن زید، 4: اسماعیل بن جعفر 5: محمد بن اسحاق۔ ان سب نے محمد بن یوسف سے گیارہ رکعات نقل کی ہیں اگرچہ محمد بن یوسف نے تیرہ رکعات نقل کیے ہیں (انھوں نے اس میں فجر کی سنت بھی داخل کی ہیں) **کما فی صلاۃ التراویح للشیخ الالبانی ص 46**۔ اور یزید بن خصیفہ کے اتنے متابعین نہیں ہیں لہٰذا گیارہ رکعات والی روایت بیس سے راجح ہوئی۔ اگر ہم تعارض مان لیں تو!

لیکن صحیح یہ ہے کہ بیس بھی جائز ہیں کیونکہ یزید بن خصیفہ کی روایت بھی گزارے لائق تو ہے۔

2: **دلیل:** حدیث ابن عباس ہے: "**عن ابی شیبة ابراھیم بن عثمان عن الحکم عن مقسم عن ابن عباس ان رسول اللہ ﷺ کان یصلی فی رمضان عشرین رکعة والوتر**" (**اخرجہ ابن ابی شیبة 396/2، وعبد بن حمید 43/1، والطبرانی فی الکبیر 48/3 والاوسط وابن عدی فی الکامل 2/1 والبیہقی 496/2 والخطیب فی الموضح 219/1، وکذا فی نصب الرایة 153/2 والحاوی للفتاوی للسیوطی 73/2، وفتح الباری 205/4**)۔

الجواب: یہ حدیث ضعیف جدا ہے، ابو شیبہ متروک الحدیث ہے۔ (تقریب) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ الفتاوی الکبری 195/1 میں فرماتے ہیں: **شدید الضعف اشتد کلام الائمة فیہ لانہ یروی الموضوعات**۔

امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **تفرد بہ ابو شیبة وھو ضعیف**۔

امام ہیثمی رحمہ اللہ مجمع الزوائد 73/2 میں فرماتے ہیں: **ان ابا شیبة ھذا ضعیف**۔

حافظ فتح الباری میں فرماتے ہیں: **اسنادہ ضعیف**

اسی طرح حافظ زیلعی رحمہ اللہ نے اس کو سندا ومتنا ضعیف ٹھہرایا ہے اور کہا ہے کہ یہ متن کے اعتبار سے عائشہ رضی اللہ عنہا کے صحیح حدیث کے خلاف ہے جس میں یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادت نہیں کی (غالبا)۔ (متفق علیہ) **نصب الرایة 153/2**۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے رات کی حالت سے زیادہ واقف تھی غیر سے۔ یہی وجہ ہے کہ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو میزان الاعتدال میں ابو شیبہ کے مناکیر میں شمار کیا ہے، لہٰذا یہ روایت ساقط ہے اور بالکل بھی قابل احتجاج نہیں ہے۔

2: دوسری بات یہ ہے کہ اگر دین کے مزاج کی طرف دیکھا جائے تو رسول اللہ ﷺ نے رات کی نماز آٹھ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھی تاکہ امت پر تخفیف ہو۔

3: **دلیل:** محمد بن کعب القرظی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "**کان الناس یصلون فی زمان عمر بن الخطاب فی رمضان عشرین رکعة یطیلون فیھا القراءة ویؤترون بثلاث**" **قیام اللیل لابن نصر 220، واسنادہ مرسل**۔

4: امام مالک رحمہ اللہ یزید بن رومان رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں: "کان الناس یقومون فی زمان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بثلاث وعشرین رکعة" (الموطاء: 92، والسنن الکبری 496/2، وشرح السنة 120/4 وقیام اللیل 220، وعمدة القاری 178/7 وغیرہم)

لیکن اس کی سند منقطع ہے، یزید بن رومان ثقہ ہے لیکن عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں دیکھا۔

5: یحیٰی بن سعید فرماتے ہیں: ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ امر رجلا ان یصلی بہم عشرین رکعة" (ابن ابي شيبة: 293/2) لیکن یہ روایت بھی یحیٰی اور عمر رضی اللہ عنہ کے درمیان منقطع ہے لیکن اگر ما قبل کے ساتھ مل جائے تو ایک نوع قوت پیدا کرتی ہے۔

6: امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جمع الناس علی ابی بن کعب فی قیام رمضان فکان یصلی بہم عشرین رکعة" (ابو داود رقم 1429 والذهبي في السير 401/1۔

لیکن یہ بھی منقطع ہے کیونکہ حسن بصری رحمہ اللہ کی عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت نہیں ہے، دوسری بات یہ ہے کہ ابوداود کے عام نسخوں میں "عشرین لیلة" لفظ ہے اور بعض مقلدین نے "لیلة" کی جگہ "رکعة" لفظ لگایا اور تحریف کردی۔

7: عبدالعزیز بن رفیع رحمہ اللہ کہتے ہیں: "کان ابی بن کعب رضی اللہ عنہ یصلی بالناس فی رمضان بالمدینة عشرین رکعة ویوتر بثلاث" (ابن ابی شیبة: 393/2)

یہ سند قوی ہے لیکن منقطع ہے، عبدالعزیز اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے درمیان، اور یہ مرسل نہیں ہے جیسا کہ بعض کہتے ہیں کیونکہ اس میں تعریف مرسل صادق نہیں ہوتی۔

8: "عن علی رضی اللہ عنہ انہ امر الذی یصلی بالناس صلاة القیام فی شهر رمضان یصلی بہم عشرین رکعة یسلم فی کل رکعتین... الحدیث۔ (مسند زید بن علی ص: 139)

لیکن مسند زید بن علی، ابو خالد الواسطی نے نقل کیا ہے اور وہ کذاب اور وضاع ہے کمافي ميزان الاعتدال 257/3 لہٰذا یہ شیعوں کی کتاب ہے اور اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "عامة ما یرویه موضوعات" (الکامل: 139)

9: "عن وکیع عن نافع بن عمر قال: کان ابن ابی ملیکة یصلی بنا فی رمضان عشرین رکعة" (ابن ابی شیبه: 393/2) اس کی اثر صحیح ہے لیکن یہ ایک تابعی کا اثر ہے۔

10: عن ابی الحسناء عن علی رضی اللہ عنہ عنه انه امر رجلا یصلی بہم عشرین رکعة۔ (الجوهر النقی: 496/2، السنن الکبری: 497/2)

اس کے رجال ثقات ہیں سوائے ابوالحسناء الکوفی کے کیونکہ وہ مجہول ہے اسی طرح ابوالحسناء اور علی رضی اللہ عنہ کے درمیان کبھی ایک واسطہ ہوتا ہے اور کبھی دو، تو احتمال معضل ہونے کا بھی ہے۔

11: زید بن وہب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "کان ابن مسعود رضی اللہ عنہ یصلی بنا فی شهر رمضان فینصرف وعلیه لیل۔ قال الاعمش: وکان یصلی عشرین رکعة ویؤتر بثلاث" (قیام اللیل لابن نصر: 220)

لیکن یہ بھی ایک تابعی کا اثر ہے صرف تائید کے درجے میں ہے، اسی طرح اس کی سند میں عبداللہ بن قیس مجہول ہے۔ کماقال النیموي۔

13: "عن عطاء، قال: ادرکت الناس وهم یصلون ثلاثة وعشرین رکعة بالوتر" (ابن ابی شیبة 393/2، واسناده حسن کماقال النیموي في آثار السنن)

14: "سوید بن غفلة انه کان یؤمهم فی رمضان فیصلی خمس ترویحات عشرین رکعة" (البیہقی: 496/2)

سوید بن غفلہ تابعی ہیں اور تابعین کے اقوال دلیل نہیں ہے، اسی طرح اس کی سنت میں ابوالخصیب زیاد بن عبدالرحمٰن لین الحدیث ہے۔

یہ آثار بعض صحیح ہیں اور بعض ضعیف ہیں اور بعض تابعین کے اقوال ہیں، اس سے صرف یہ تائید ہو سکتی ہے کہ بیس رکعات تراویح جائز ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بالکل ثابت نہیں ہیں البتہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول ہے۔ اگرچہ ان سے مختلف قسم اعمال منقول ہیں، بعض وتر کے ساتھ انتالیس

(39) رکعت پڑھتے تھے جیساکہ نافع مولی ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: "انه ادرك الناس يصلون بتسع وثلاثين ركعة ويوترون منها بثلاث" (المنتقى شرح الموطاء: 265/1)

☆: زرارہ بن ابی اوفی رحمہ اللہ بصرہ میں چونتیس (34) رکعت پڑھتے تھے اور پھر تین وتر پڑھتے۔

اسی طرح امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اکتالیس (41) بھی پڑھی گئی ہیں۔ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بیس بھی پڑھی گئی ہیں، گیارہ بھی اور تیرہ بھی۔فتح الباري: 292/6

علامہ عبدالرحمن مبارکپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بیس رکعت کے متعلق جتنی بھی روایات وارد ہیں وہ سب ضعیف ہیں۔ (تحفۃ الاحوذی: 608/3) اور اسی طرح علامہ ابوالحسن المبارکپوری رحمہ اللہ نے مرعاۃ 322/3 میں بھی میں ان روایات کو ضعیف کہا ہے۔

نتیجہ: لہٰذا اس کا حاصل یہ ہوا کہ تراویح نفل عبادت ہے، اس میں زیادت بھی جائز ہے اور کمی بھی۔ رسول اللہ ﷺ سے آٹھ رکعات ثابت ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مختلف طریقے، پس اصلی سنت آٹھ رکعت ہیں اور یہی افضل ہیں، اور بیس بھی جائز ہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل کی وجہ سے۔ اور اس کو بدعت نہیں کہا جائے گا کیونکہ یہ بدعت تب ہوتی جب اس کی دین میں کوئی اصل نہ ہوتی حالانکہ شریعت میں نوافل کی ترغیبات وارد ہیں، کوئی جتنی چاہے پڑھ سکتا ہے، اگرچہ آٹھ رکعت ہی رسول اللہ ﷺ کی عملی سنت ہے اور اس میں زیادت سے منع نہیں فرمایا بلکہ اس کی ترغیب دی ہے حدیث: "من قام رمضان ايمانا واحتسابا غفر له ما تقدم من ذنبه"

اور رسول اللہ ﷺ نے قولی حدیث میں اس کی کوئی حد مقرر نہیں فرمائی کہ بس آٹھ رکعت پڑھوگے اور زیادت جائز نہیں ہے بلکہ آپ ﷺ سے خود بھی احیاناً گیارہ اور تیرہ سے زیادت ثابت ہے مثلاً احیاناً وتر کے بعد دو رکعت بیٹھ کر پڑھتے تھے۔

2: حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما میں ہے کہ پھر رسول اللہ ﷺ گھر تشریف لائے اور چار رکعت پڑھ کر سوگئے۔ (بخاری: 22/1، قیام اللیل: ص 92) لہٰذا رسول اللہ ﷺ نے عشاء کی نماز کے بعد چار رکعت سونے سے پہلے پڑھ لیے اور پھر رات کو آٹھ، یا دس یا بارہ رکعتیں پڑھیں تو اس میں آٹھ سے زیادت ثابت ہوئی۔

3: عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "من صلى بعد العشاء الآخرة اربع ركعات، كن كعدلهن ليلة القدر" (ابن ابي شيبة: 172/2 بسند صحيح (وهو في حكم المرفوع، الضعيفة رقم: 506)

"جس نے عشاء کی نماز کے بعد چار رکعت نماز پڑھی تو وہ اس طرح ہے گویا لیلۃ القدر میں پڑھی ہو"۔

4: حدیث عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ میں گزر چکا ہے کہ تین مکروہ اوقات کے علاوہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی مرضی کے مطابق نوافل پڑھنے کی اجازت دی ہے۔ (مشکاۃ: 94/1) لہٰذا آٹھ رکعات پر زیادت جائز ہے۔

یہی وجہ ہے کہ انور شاہ کشمیری العرف الشذي 101/1 میں فرماتے ہیں: "قوله: ما كان يزيد في رمضان الخ: هذه الرواية رواية الصحيحين وفي الصحاح صلاة تراويحه عليه السلام ثماني ركعات، وفي السنن الكبري وغيره بسند ضعيف من جانب ابي شيبة فانه ضعيف اتفاقا عشرون ركعة واما عشرون ركعة الآن انما هو سنة الخلفاء الراشدين ويكون مرفوعا حكما وان لم نجد اسناده قويا۔ انتهي۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ رمضان میں گیارہ رکعات سے زیادت نہیں کرتے تھے الخ، یہ روایت صحیحین کی ہے اور صحاح کی روایت میں رسول اللہ ﷺ کی تراویح آٹھ رکعات ہی مذکور ہیں، اور سنن کبری وغیرہ میں بیس رکعات ہیں لیکن وہ ضعیف ہیں سنداً، کیونکہ ابوشیبہ راوی بالاتفاق ضعیف ہے، اور جو ہمارے زمانے میں بیس رکعت پڑھی جاتی ہیں تو یہ خلفاء راشدین کی سنت ہے اور یہ مرفوع ہے حکماً اگرچہ اس کی قوی سند بھی ہمیں نہیں ملی۔ انتہی

تو دیکھیں حنفی عالم ہے اور اقرار کر رہے ہیں کہ بیس رکعت کی قوی سند موجود نہیں ہے۔

اسی طرح ابن الہمام نے فتح القدیر 448/2 میں تصریح کی ہے کہ بیس رکعات تراویح رسول اللہ ﷺ کی سنت نہیں ہے بلکہ یہ عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں پڑھی گئی ہیں تو آٹھ رکعت سنت اور بیس مستحب ہیں۔ اسی طرح رد المحتار 290/1 میں ہے: بیس رکعات عمر رضی اللہ عنہ کی سنت ہے اور رسول اللہ ﷺ نے نہیں پڑھی بلکہ آپ ﷺ صرف آٹھ رکعات پڑھتے تھے۔ ايضا حاشية البخاري لاحمد علي السهارنفوري 154/1 ونحوه في البراهين القاطعة ص: 18۔

اور صاحب بحر الرائق 66/2 اور صاحب مرقاۃ 194/3 بھی اصل تراویح مع وتر گیارہ رکعات سمجھتے ہیں، اور گیارہ رکعت رسول اللہ ﷺ سے ثابت مانتے ہیں۔ انظر فتاوی الدین الخالص: 411/5۔

شاہ انور شاہ کشمیری فیض الباری 420/2 میں لکھتے ہیں: **ثم ان التراویح لم یثبت مرفوعا ازید من ثلاث عشرۃ رکعۃ الا بطریق ضعیف۔**

رسول اللہ ﷺ سے تیرہ رکعات سے زیادہ تراویح ثابت نہیں ہے مگر ضعیف طریق کے ساتھ۔

طحطاوی علی مراقی الفلاح 224 میں ہے: گیارہ رکعت تراویح سنت ہے اور بیس رکعت کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے حدیث ضعیف ہے۔ انتہی مخلصا۔ تو اس سے ان لوگوں کے قول کا ضعیف معلوم ہوا جو کہتے ہیں کہ بیس رکعت تراویح پر امت نے اتفاق کیا ہے، اور ان لوگوں کے قول کا ضعف بھی جو کہتے ہیں کہ بیس رکعات پر زیادت بدعت ہے۔ فتدبر

آٹھ رکعات کے دلائل: 1: عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، كَيْفَ كَانَتْ صَلَاةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَمَضَانَ؟ فَقَالَتْ: «مَا كَانَ يَزِيدُ فِي رَمَضَانَ وَلَا فِي غَيْرِهِ عَلَى إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً، يُصَلِّي أَرْبَعًا، فَلَا تَسَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ، ثُمَّ يُصَلِّي أَرْبَعًا، فَلَا تَسَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ، ثُمَّ يُصَلِّي ثَلَاثًا. **(بخاري 154/1، ومسلم 2601، وابو عوانة 327/1 واحمد 104/73/36/6 واصحاب السنن والبيهقي 495/2)**

تو اس حدیث میں یہ بات آئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں غالبا گیارہ رکعت سے زیادت نہیں فرماتے تھے۔ اس حدیث میں بعض لوگ یہ چالاکی کرتے ہیں کہ نماز تہجد ہے اور نماز تراویح ہے اور دونوں ایک دوسرے سے الگ چیز ہے اور یہ گیارہ رکعت اور آٹھ رکعت تہجد ہیں اور تراویح نہیں ہے جیسا کہ یہ بات رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ نے فتاوی رشیدیہ میں ذکر کی ہے۔ تو یہ بات غلط ہے کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے عشاء کی نماز کے بعد رمضان وغیر رمضان میں صبح تک گیارہ اور تیرہ رکعات مع الوتر پڑھی ہیں۔ تو کوئی آپ ﷺ سے ثابت کردے کہ آپ ﷺ بیس پڑھی ہیں، یہ بیجا فرق ہے بلکہ تراویح، تہجد اور قیام اللیل اور قیام رمضان ایک ہی چیز کے متعدد نام ہیں، اور نبی ﷺ تراویح نصف اللیل کے بعد پڑھتے تھے اور یا اس کے بعد، کبھی بھی نماز عشاء کے فورا بعد نہیں پڑھی اگرچہ مباشرۃ جائز ہیں، کیونکہ امت کو اجازت دی ہے۔

2: **دلیل:** عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ ثَمَانِ رَكَعَاتٍ وَأَوْتَرَ، فَلَمَّا كَانَتِ الْقَابِلَةُ اجْتَمَعْنَا فِي الْمَسْجِدِ وَرَجَوْنَا أَنْ يَخْرُجَ، فَلَمْ نَزَلْ فِيهِ حَتَّى أَصْبَحْنَا، ثُمَّ دَخَلْنَا، فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، اجْتَمَعْنَا الْبَارِحَةَ فِي الْمَسْجِدِ، وَرَجَوْنَا أَنْ تُصَلِّيَ بِنَا، فَقَالَ: إِنِّي خَشِيتُ أَنْ يُكْتَبَ عَلَيْكُمْ ... تَفَرَّدَ بِهِ يَعْقُوبُ، وَهُوَ ثِقَةٌ. **اخرجه الطبراني في الصغير ص 190، وابن نصر في قيام الليل 217، و ابن حبان 169/6 وابن خزيمة 138/2 كما في الفتح 10/3 عنه وفي التخليص 119/1 واشار الي تقويته، ومسند ابي يعلي: 376/2۔**

اس روایت میں عیسی بن جاریہ جمہور کے نزدیک ثقہ ہیں اور امام ذہبی رحمہ اللہ میزان الاعتدال: 311/3 میں فرماتے ہیں: **اسنادہ وسط۔** علامہ زیلعی رحمہ اللہ نے اس پر سکوت فرمایا ہے۔ **(نصب الراية 114/2-1522)** اور علامہ عینی رحمہ اللہ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے آٹھ رکعت تراویح پر۔ **(عمدة القاري: 1177/7)** اور اس حدیث کی تائید پہلے حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا میں بھی ہے۔

3: سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ابی بن کعب رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے رمضان المبارک میں کل رات ایک کام کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابی کیا ہوا؟ انھوں نے عرض کیا: ہماری گھر کی عورتوں نے کہا کہ ہم آپ کے ساتھ نماز پڑھیں گے تو میں نے ان کو آٹھ رکعات پڑھائیں، پھر وتر پڑھائے، وہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے یہ سن کر کچھ بھی نہیں فرمایا۔ تو گویا یہ آپ ﷺ کی رضا کے ساتھ مشابہ ہے۔

(قيام الليل ص 217، ورجاله ثقات غير عبد الاعلي بن حماد الفرسي قال الحافظ في التقريب: لا باس به من كبار العاشرة وفي اسناده عيسي بن جارية وقال الالباني يحتمل التحسين وقال الهيثمي في المجمع 74/2 واسناده حسن، فالحديث لا ينحط عن درجة الحسن لغيره ويؤيده الاحاديث الصحيحة من فعل النبي ﷺ)

4: **دلیل:** "عن محمد بن يوسف ان السائب بن يزيد اخبره ان عمر جمع الناس على ابى وتميم فكانا يصليان احدى عشرة يقرءان بالمئين يعنى فى رمضان" **(ابن ابي شيبة 391/2، واخرجه مالک 98، والبيهقي 496/2، وابو بكر النيسابوري في الفوائد 135/1 وقيام الليل 220 وسنده صحيح)**

"سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب اور تمیم داری رضی اللہ عنہما پر لوگوں کو جمع کیا اور وہ دونوں لوگوں کو گیارہ رکعات پڑھاتے تھے جس میں سینکڑوں آیتیں پڑھتے تھے۔

یہ بالکل صاف اور صریح حدیث ہے کیونکہ سائب رضی اللہ عنہ چھوٹے صحابی ہیں اور محمد بن یوسف ثقہ حجت ہیں اور یحییٰ بن سعید القطان تو معروف امام ہیں۔ لہٰذا عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں آٹھ رکعت پڑھی گئی ہیں اور تین وتر، یہ روایت بیس رکعت والی روایت سے قوی ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ لہٰذا چاروں مذاہب کے محققین فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے صرف آٹھ رکعت ثابت ہیں۔ (شرح مختصر الخليل للخرشي 328/4 فصل في بيان صلاة النافلة)

خلاصه یہ ہوا کہ رسول اللہ ﷺ قولا رکعات کی تحدید منقول نہیں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہو کہ تراویح اتنی رکعات ہیں نہ اس سے کم جائز ہیں اور نہ زیادہ جیسا کہ یہی بات عام علماء کرام نے کی ہے۔ (انظر توضيح الاحكام 203/2، وطرح التثريب 311/3، ومجموع الفتاوي 2/2/272)

اور رسول اللہ ﷺ کا فعل آٹھ رکعات ہیں اور زیادت کی اجازت بھی دی ہے تو بیس، چھتیس اور چالیس رکعت جائز ہیں، لیکن اس بندے کیلئے جو آٹھ رکعت کو سنت کہے اور رمضان عبادات کا مہینہ ہے تو جتنی اچھی نماز انسان ادا کر سکتا ہے اور زیادت کر سکتا ہے کرے، اس میں کوئی مانع نہیں ہے۔

لیکن اس کے ساتھ یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ ہمارے زمانے میں جو مساجد میں تراویح پڑھی جاتی ہیں کہ وہ انتیس (29) رکعات کو آدھے گھنٹے میں ختم کر لیتے ہیں تو یہ خالص بدعت ہے، ایسا ایک ترویحہ بھی ثابت نہیں چہ جائیکہ آٹھ یا بیس ہوں، یہ قرآن کریم اور نماز کا مذاق اڑانا ہے، اس سے نہ پڑھنا بہتر ہے۔ (انظر ایضا سبل السلام 268/2)

اور جو صحابہ کرام بیس رکعت پڑھتے تھے تو وہ سحری تک پڑھتے تھے اور لمبے قیام کی وجہ سے اپنے لاٹھیوں پر تکیہ لگاتے تھے، لہٰذا مقلدین تو ان صحابہ کرام کا عمل بالکل بھی پیش نہ کریں کیونکہ یہ لوگ صحابہ کرام کی طرح بیس رکعت تو بالکل بھی نہیں پڑھتے۔

پھر جو لوگ کہتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے سے بیس رکعات پر اجماع امت ہے لہٰذا یہی افضل ہیں تو یہ بات مردود ہے کیونکہ آپ جان چکے ہیں کہ صحیح سند کے ساتھ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے یہ ثابت ہوا کہ انھوں نے ابی بن کعب اور تمیم داری کو گیارہ رکعات پڑھانے کا حکم دیا تھا۔

2: اور اسی طرح نافع مولی ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میں نے صحابہ کرام ﷺ کو پایا ہے کہ وہ انتالیس (39) رکعت پڑھتے تھے جن میں تین وتر ہوتے تھے۔ اور اس قول کو امام مالک رحمہ اللہ نے پسند فرمایا ہے۔ (المنتقي شرح الموطاء 265/1، عمدة القاري 158/7 باب فضل من قام رمضان)

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "وعلى هذا العمل بالمدينة قبل الحرة منذ بضع ومائة سنة"

3: اور مشہور روایت امام مالک رحمہ اللہ سے یہ کہ چھیالیس (46) تراویح اور تین وتر پڑھیں گے۔

4: اور **زرارہ بن ابی اوفی** رحمہ اللہ چونتیس رکعت تراویح پڑھتے تھے۔ کما مر

5: اور **سعید بن جبیر** رحمہ اللہ چوبیس (24) یا سولہ (16) رکعت وتر کے علاوہ پڑھتے تھے۔ (فتح الباری: 293/6)

6: علامہ عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ابن عبد البر رحمہ اللہ نے الاستذکار میں اسود بن یزید رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ وہ چالیس رکعت تراویح اور نو رکعات وتر پڑھتے تھے۔ (تحفة الاحوذی 349/2)

7: **امام شافعی** رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے لوگوں کو دیکھا ہے کہ مکہ میں (23) اور مدینہ میں (39) رکعت پڑھتے تھے اور اس میں وسعت ہے۔ (فتح الباری)

8: علامہ ابن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: معاذ ابو حلیمۃ القاری لوگوں کو رمضان میں اکتالیس (41) رکعت پڑھاتے تھے۔

9: **ابن ابی ذئب** رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ صالح مولی التوأمہ فرماتے ہیں: "ادركت الناس قبل الحرة يقومون باحدى واربعين يؤترون منها بخمس" قيام الليل لابن نصر، تحفة الاحوذي 349/2۔ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس عمل کو بعض علماء کرام نے پسند فرمایا ہے کیونکہ یہ اہل مدینہ کا عمل ہے۔ انتہی۔ اور یہ قول اسحاق رحمہ اللہ کا بھی ہے۔ (تحفة الاحوذي وعمدة القاري 126/11)

تو دیکھ لیں اجماع کا دعوی کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟!

اور اس کے ساتھ بعض مقلدین کا یہ سوال بھی حل ہو گیا کہ وہ کہتے ہیں کہ تم لوگ آٹھ رکعت پڑھتے ہو اور حرمین میں بیس رکعات پڑھائی جاتی ہیں؟

ہم کہتے ہیں کہ آٹھ رکعات رسول اللہ ﷺ کی فعلی سنت ہے اور زیادہ کی اجازت بھی فرمائی ہے لہٰذا آٹھ سنت ہیں اور اگر کوئی زیادت کرتا ہے تو وہ نفل ہیں

اور اس میں عام اجازت ہے لیکن بیس رکعات حرمین کی طرح پڑھے جائیں گے، مقلدین یہ عمل اہل حق کے سامنے پیش کرتے ہیں لیکن حرم میں کتنے سنت طریقوں پر عمل ہوتا ہے ان کو نہیں دیکھتے اور کہتے ہیں یہ ان کا اپنا مذہب ہے۔

اس مسئلہ کی مزید تفصیل فتاوی الدین الخالص 410/5، **تحفة الاحوذي** اور **الجامع لاحكام الصلاة 65/3 لمحمود عبداللطيف عويضه** وغیرہ میں دیکھ لیجئے۔